تحقیق شیرانی کی تحقیق

پروفیسر صادق

B-33، جسولہ ہائٹس، پاکٹ 9-A، جسولہ، نئی دہلی۔110025، موبائل:9818776459

تنازعِ خالق باری جو اردو کی دنیائے تحقیق کا ایک اہم اور طویل ترین تنازع ہے۔صرف اس بنیادی سوال پر استوار ہے کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف ہے یا کسی اور شاعر کی؟

اس سوال کے جواب میں صرف 'ہاں' یا 'نہیں' کہہ دینا کافی نہیں ہے۔کیوں کہ ہاں کہنے کے بعد یہ سوال اٹھے گا کہ اگر امیر خسرو کی تصنیف ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ اسی طرح 'نہیں' کہہ دینا بھی کافی نہیں ہوگا کیوں کہ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوگا کہ امیر خسرو کی نہیں تو پھر کس کی تصنیف ہے؟ دونوں صورتوں میں دیے جانے والے جوابات دلیل اور ثبوت کا مطالبہ کریں گے۔

اس تنازع کو اثبات ونفی کا پانی دے دے کر تروتازہ رکھنے والوں میں محمد حسین آزاد، محمد امین عباسی چریاکوٹی، حافظ محمود شیرانی، مسعود حسین رضوی، محمد وحید مرزا، صفدر آہ، ممتاز حسین، جمیل جالبی، افسر صدیقی امروہوی، گیان چندجین اور گوپی چند نارنگ وغیرہ کے نام خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔

محمد امین عباسی کا ''مقدمہ خالق باری'' اس سلسلے کا پہلا مضمون ہے جو ۱۹۱۸ء میں 'لآلیِ عمان موسوم بہ جواہر خسروی' کی اشاعت کے ساتھ منظر عام پر آیا تھا۔اس میں خالق باری کو امیر خسرو کی تصنیف بتایا گیا ہے۔اس کتاب کی اشاعت کے دس سال بعد حافظ محمود شیرانی نے اپنی مشہور عام تصنیف ''پنجاب میں اردو'' میں اس کی تردید کرتے ہوئے محمد امین عباسی کے قیاسات ودلائل کے جوابات دیے اور یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف نہیں ہے۔

حافظ محمود شیرانی کے پاس خالق باری کے چند مخطوطے اور کئی مطبوعہ نسخے موجود تھے۔ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھوں نے ''پنجاب میں اردو'' میں اس خیال کا اظہار کیا کہ تاریخ وادب کی قدیم کتابوں میں ایسا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا جس کی بنیاد پر خالق باری کو امیر خسرو کی تصنیف قرار دیا جاسکے۔انھوں نے یہ بھی بتایا کہ خالق باری کے دستیاب شدہ تمام نسخے بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری کے نوشتہ ہیں۔یہی نہیں خالق باری کے مختلف نسخوں کا جائزہ لینے کے بعد انھوں نے واضح میں یہ بھی لکھا کہ خالق باری اغلاط سے پُر ایک ساقط المعیار تصنیف ہے۔

''پنجاب میں اردو'' کی اشاعت (۱۹۲۸ء) کے سولہ برس بعد ۱۹۴۴ء میں حافظ محمود شیرانی کی تالیف ''حفظ اللسان معروف بہ خالق باری'' منظر عام پر آئی جو بقول مؤلف:

(۱) خالق باری ایک کی قابل اعتماد اور متقدانہ اشاعت ہے۔

(۲) قدیم اور معتبر نسخوں کی قرأت پر بنیاد پاتی ہے۔

(۳) اس کا متن اکثر وبیشتر انڈیا آفس کے ایک قدیم مخطوطے ۲۵۲ فہرست مخطوطات ہندوستانی کا مقلد ہے۔

حافظ محمود شیرانی نے اپنی اس تالیف میں ''عرضِ ضروری'' کے علاوہ دو دیباچے بھی لکھے ہیں۔ان کے مطابق:

> ''دیباچہ اول اس عالم گیر اعتقاد کی تردید ہے کہ خالق باری حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہے۔اس دیباچے میں راقم نے خالق باری کے متن پر کچھ اعتراض نیز بعض اہل قلم کے روایتی بیانات پر تنقید کی کوشش کی ہے''۔ دیباچۂ دوم انجمن ترقیٔ اردو کے ایک مخطوطے نوشتہ ۱۱۸۷ہجری کی سند پر ایک نہایت اہم انکشاف کا مظہر ہے کہ خالق باری جس کا اصل نام ''حفظ اللسان'' ہے بابا اسحاق قنادی (حلوائی) کی فرمائش پر کسی ضیاء الدین خسرو نے (بعہد جہاں گیر) تصنیف کی ہے۔سال تصنیف ۱۰۳۱ہجری ہے اس کا مادۂ تاریخ ''نصیف آخر'' سے برآمد ہوتا ہے۔یہ اطلاع خالق باری کے متعلق نہایت قیمتی ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں کو غالباً بوجہ اشتراک اسمی یہ مغالطہ پیش آیا کہ وہ ضیاء الدین خسرو کو امیر خسرو دہلوی سمجھ بیٹھے۔''

خالق باری کے تعلق سے محمود شیرانی کی تمام تحریروں کا جائزہ لینے پر

یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی تحقیق کا ہدف یہ ثابت کر دکھانا ہے کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف نہیں ہے بلکہ امیر خسرو کی وفات کے برسہا برس بعد خسرو تخلص والے کسی گمنام شخص (ضیاء الدین) کی لکھی ہوئی ایک ایسی کتاب ہے جسے امیر خسرو کی طرف منسوب کرنا محمود شیرانی امیر خسرو کی ہتک تصور کرتے ہیں۔

خالق باری کو پہلے تو بڑی شد و مد سے تحقیق و تنقید کا موضوع بنانا، پھر اسی کو مرتب کرنا اور اس پر 'عرض ضروری' کے علاوہ دو دو عالمانہ دیباچے لکھنا، کیا اس ساری تگ و دو اور محنت شاقہ کے پس پشت پنجاب میں اردو والے نظریے کو تقویت بہم پہنچانے کی کوشش کارفرما نظر نہیں آتی جس کی راہ میں امیر خسرو اور ان کی تصنیف '' خالق باری'' کوہ گراں بنے کھڑے ہیں۔

ایک ایسی قدیم اور مقبول ترین تصنیف جو صدیوں سے امیر خسرو کی طرف منسوب رہی ہے۔ کئی نسلیں یکے بعد دیگرے جس کا ورد کرتی رہی ہیں۔ انیسویں صدی کے نصف اوّل میں یکا یک اس کے نام، مصنف اور عہد کو تبدیل کر دیا جانا، کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جو ادبی دنیا میں ہلچل پیدا کر دینے کا باعث نہ ہوتا۔ یہ آسانی سے قبول کر لینے والی بات نہیں تھی، لیکن چونکہ یہ بات بیسویں صدی کے ایک بڑے محقق کی تحقیق کے طور پر سامنے آئی تھی جس کے پاس استدلال کی زبردست قوت تھی۔ اس کی تردید کرنے والے دلائل و ثبوت کہاں سے لاتے؟ کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا، لیکن اسے قبول نہ کرنے والوں اور گومگو میں رہنے والوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی جو خاموشی اختیار کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے۔

'' حفظ اللسان معروف بہ خالق باری'' کی اشاعت کے کئی برس بعد صفدر آہ نے دلائل و ثبوت کے ساتھ محمود شیرانی کی تحقیق کی تردید میں آواز بلند کی، اس سے کئی لوگ متاثر بھی ہوئے، لیکن محمود شیرانی کا چھوڑا ہوا شوشہ اپنا اثر دکھاتا رہا۔

۱۹۷۵ء میں امیر خسرو کی سات سو سالہ یادگار تقریبات ساری دنیا میں منعقد کی گئیں۔ اس موقع پر ممتاز حسین نے ایک کتاب لکھی 'امیر خسرو دہلوی'۔ اس میں امیر خسرو سے متعلق جو نئی تحقیقات پہلی بار منظر عام پر آئیں ان میں خالق باری کے متعلق محمود شیرانی کی تحقیق کی تردید بھی ہے۔ اس سے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ خالق باری امیر خسرو ہی کی تصنیف ہے۔ اس کا ضیاء الدین خسرو کے نام منسوب کر دیا جانا حافظ محمود شیرانی کے قلم کی کرشمہ سازی کے سوا کچھ اور نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خالق باری کا متن جس شکل میں ہم تک پہنچتا ہے، اس میں امتدادِ زمانہ سے بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ یہ بھی بعید از قیاس معلوم نہیں کہ یہ منظومہ سالہا سال سے برصغیر کے مکاتیب و مدارس میں شاملِ درس رہا ہے۔ زمانہ قدیم میں کتابوں کا چلن عام نہ تھا لہٰذا عام طور پر اساتذہ ان کے مفید مطلب حصے ازبر کر لیتے تھے اور طلبہ کو بھی زبانی یاد کروا دیتے تھے، ایسی صورت میں بقول ممتاز حسین '' ہر موزوں طبع مدرس خالق باری یاد کراتے ہوئے اپنے بھی دو چار شعر اس میں جوڑ دیا کرتا ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ خسرو کے اشعار میں بہت سے الحاقی اشعار شامل ہوتے گئے۔''

محمود شیرانی کے پاس خالق باری کے ۱۶ مخطوطے اور ۳۹ قلمی نسخے موجود تھے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ خالق باری کے الحاقی اشعار کی نشان دہی کرتے، لیکن انھوں نے کیا یہ کہ اس کے نقائص پر تنقیدی نگاہ ڈالی اور یہ نتیجہ برآمد کیا:

> '' اس کتاب میں ہر قسم کی ترتیب کا التزام مفقود ہے۔ مضمون، الفاظ اور وزن میں کوئی قرینہ ملحوظ نہیں۔ ہندی الفاظ کے تلفظ کی کوئی پروا نہیں کی گئی۔ بعض الفاظ کا صحیح ترجمہ نہیں دیا۔ عربی، فارسی اور ہندی، مرادف بالالتزام نہیں دیے۔ کبھی فارسی ہندی دے دیے، کبھی فارسی عربی پر اکتفا کی۔ بھرتی کے الفاظ اس کثرت سے لائے گئے ہیں کہ الفاظ برائے بیت خالق باری کا وقیع پہلو بن گئے ہیں۔''

محولہ اقتباس میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ غلط نہیں ہے، لیکن اس کے تعلق سے ممتاز حسین کا یہ کہنا بھی بجا اور اصول تحقیق کے عین مطابق ہے کہ:

> '' تاوقتیکہ تاریخی ریسرچ کے تحت خسرو کے اصل اشعار سے الحاقی اشعار علاحدہ نہ کیے جائیں اس کی تنقید بلا تحقیق کے نا روا ہے۔''

حافظ محمود شیرانی نے اپنی تالیف '' حفظ اللسان معروف بہ خالق باری'' میں لکھا ہے کہ انہیں مولوی عبدالحق نے خالق باری کا ایک مخطوطہ دکھایا تھا جو انجمن ترقی اردو کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ اس میں ایک مختصر دیباچہ بھی ہے۔ محمود شیرانی کے بقول:

> '' اس دیباچے سے کئی امور پر روشنی پڑتی ہے یعنی یہ کہ کتاب بچوں کو فارسی زبان سکھانے کے مقصد سے لکھی ہے، اس کا نام '' حفظ اللسان'' ہے۔ یہ نام خاتمے کے شعر ہٰذا میں وارد

ہوتا ہے۔

عاقبت انجام وآخر چھہ دیورا انصرام
کرد ایں حفظ اللسان را خسرو آخروالسلام

اسی نام میں اشارہ ہے کہ کتاب طلبہ کو حفظ یاد کرائی جائے۔ روزمرہ کے استعمال کے عام الفاظ اس میں جمع ہیں۔ بحریں مختلف رکھی ہیں۔ بابا اسحق حلوائی کی فرمائش پر یہ تالیف وجود میں آئی۔ مصنف کا نام خسرو اور لقب ضیاء الدین ہے، جس سے ظاہر ہے کہ وہ مشہور یمین الدین امیر خسرو نہیں ہے بلکہ کوئی اور جس کو طوطیٔ ہند کے ساتھ نام میں اشتراک کے سوا کوئی اور وجہ مماثلت نہیں۔''

حافظ محمود شیرانی نے اس اقتباس میں آئے ہوئے نام (حفظ اللسان) کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ نام خاتمے کے شعر میں وارد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں انھیں انجمن ترقی اردو والے مذکورہ مخطوطے کو مدوّن کر کے اپنے عالمانہ دیباچے کے ساتھ شائع کرانا چاہیے تھا۔ انھوں نے اس مرتبہ کی تیاری میں مزید قلمی نسخوں سے امداد لی (جو حفظ اللسان کے نہیں بلکہ خالق باری کے تھے)۔ ان سے مقابلہ کیا اور اصول تحقیق کے مطابق اپنی کتاب میں ان کی فہرست بھی مع صراحت مقدمۂ دوم میں پیش کر دی۔ ان میں سے جس نسخے کو انھوں نے بنیادی نسخہ قرار دیا وہ انڈیا آفس کے کتب خانے کا مخطوطہ ۲۵۲، فہرست ہندوستانی مخطوطات از بلوم ہارٹ ہے۔ ممتاز حسین کے بقول:

''انڈیا آفس کے قلمی نسخے میں نہ تو کوئی ترقیمہ ہے اور نہ اس میں کہیں بھی کوئی لفظ ''حفظ اللسان'' کا آیا ہے۔ اور نہ کوئی تمہید جس سے یہ معلوم ہو کہ اس کا مصنف ضیاء الدین خسرو ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے یہ اثر دینا چاہا کہ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر ۲۲۵ اور مولوی عبدالحق کے نسخۂ حفظ اللسان کے متن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق اس بات میں ہے کہ مولوی عبدالحق کے نسخۂ حفظ اللسان میں تمہید اور ترقیمہ ہے اور انڈیا آفس کا مخطوطہ نمبر ۲۲۵ تمہید اور ترقیمے سے معرّا ہے، مگر حقیقت حال یہ نہیں ہے۔ مولوی عبدالحق کے نسخۂ حفظ اللسان میں ۱۲۱۸ اشعار ہیں اور انڈیا آفس کے نسخۂ حفظ اللسان میں جس کی نقل حافظ محمود شیرانی نے شائع کرائی ہے ۲۳۵ اشعار ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ''اس کا متن اکثر و بیشتر انڈیا آفس کے ایک قدیم مخطوطے نمبر ۲۵۲ فہرست مخطوطات ہندوستانی کا مقلد ہے۔''

ممتاز حسین اسی سلسلے میں مولوی عبدالحق کے نسخۂ حفظ اللسان (جو انجمن ترقی اردو کا مملوکہ ہے) اور نسخۂ انڈیا آفس دونوں کے اشعار کی تفصیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب ان دونوں نسخوں یعنی مطبوعہ نسخے اور مولوی عبدالحق کے مخطوطے کے اشعار کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ ۱۲۸ اشعار مطبوعہ نسخے میں ایسے ہیں جو مولوی عبدالحق کے نسخے میں نہیں ہیں اور ۱۹ اشعار مولوی عبدالحق کے مخطوطے میں ایسے ہیں جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں۔ پھر یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ دونوں کا متن ایک ہے؟ اور اگر دونوں کا متن ایک نہیں ہے تو پھر مولوی عبدالحق کے نسخے کا نام لے کر انڈیا آفس کے نسخے کو شائع کرانا کہاں تک درست تھا؟''

اردو اور فارسی کے ممتاز و معروف محقق کے ہاتھوں اصول تحقیق کو بالائے طاق رکھ کر صریحاً ردو بدل کر دینا اردو تحقیق میں بے قاعدگی کا ایک ناقابل یقین واقعہ ہے یہ ملمع برسوں بعد سہی بالآخر کھل ہی گیا۔ دو باہم دگر مخطوطوں کو ایک کر دینے کے اس ناروا عمل پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ممتاز حسین آگے لکھتے ہیں:

''کیوں نہیں ان دونوں (مخطوطۂ عبدالحق اور مخطوطۂ انڈیا آفس)'' کو دو جداگانہ تصنیف ایسی صورت میں بالخصوص قرار دیا جائے جب کہ انڈیا آفس کے مخطوطے میں نہ تو ''حفظ اللسان'' کا نام آیا ہے اور نہ ضیاء الدین خسرو کا، مگر اسے کیا کہا جائے کہ حافظ محمود شیرانی کا مقصد ان دونوں کو پیوند کرنے ہی سے پورا ہوتا تھا، کیوں کہ یہ بیت جو انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 225 یعنی مطبوعہ ''حفظ اللسان میں ہے:

خالق باری بھئی تمام
دوہوں جگ رہیا خسرو نام

وہ عبدالحق کے مخطوطۂ حفظ اللسان میں نہیں ہے۔ وہاں آخری بیت یہ ہے:

عاقبت انجام وآخر چھہ دیورا انصرام
کرد ایں حفظ اللسان را خسرو آخر والسلام

چنانچہ یہ دونوں مخطوطے دو مختلف تصانیف ہیں''

ضیاء الدین خسرو کی تالیف ''حفظ اللسان'' (مخطوطۂ انجمن ترقی اردو) اور امیر خسرو کی خالق باری (مخطوطۂ انڈیا آفس) کو دلائل وثبوت کے ساتھ باہم دگر دو مختلف تصانیف ثابت کرنے کے بعد ممتاز حسین یہ کہنے میں حق بہ جانب نظر آتے ہیں:

''انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر ۲۲۵ کو 'حفظ اللسان'' کا نام دینا کسی طرح سے بھی درست نہیں ہے۔ انڈیا آفس کا مخطوطہ بغیر نام کے ہے۔ خالق باری کی ایک مسخ شدہ صورت ہے۔ اس لیے انڈیا آفس کے مخطوطے کو شائع کرتے ہوئے حافظ محمود شیرانی کو یہ سرخی لگانی نہ چاہیے تھی

حفظ اللسان معروف بہ خالق باری

مصنفہ: ضیاء الدین خسرو در ۱۰۳۱ ہجری

اور اگر حافظ محمود شیرانی کا مقصد انجمن ترقیٔ اردو کے مخطوطہ 'حفظ اللسان کو شائع کرنا تھا تو اول تو متن میں اسی کی پیروی کرنی چاہیے تھی اور پھر معروف بہ خالق باری نہ لکھنا چاہیے تھا۔''

دراصل محمود شیرانی کا اصل مقصد خالق باری کو امیر خسرو کے بہت بعد کے زمانے کے کسی شاعر کی طرف منسوب کرنا تھا۔ 'خدا شکر خورے کو شکر دیتا ہے' کے مصداق اسی اثنا میں سوئے اتفاق مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو کا مخزونہ مخطوطہ 'حفظ اللسان لیے نمودار ہوئے اور پھر جو کچھ ظہور میں آیا وہ اردو دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ محمود شیرانی نے عہد جہانگیر کے ایک بالکل گمنام شاعر کو خالق باری کا اصل مصنف قرار دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ موصوف نے اپنی ساری علمیت وذہانت اور تحقیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ''حفظ اللسان معروف بہ خالق باری'' مرتب کی جس نے دنیائے تحقیق میں تہلکہ مچا دیا۔ محمود شیرانی نے اپنے دعوے کی دلیل پیش کرنے کے لیے بقول ممتاز حسین:

''اس پیوند کاری سے کام لیا کہ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر ۲۲۵ میں مولوی عبدالحق کے نسخۂ حفظ اللسان کا دیباچہ جوڑ دیا اور اسے بالکل نظر انداز کر دیا کہ ان دونوں کے متن میں کسی قدر فرق ہے۔''

یہ ہے ''حفظ اللسان معروف بہ خالق باری'' کے مؤلف کے ''تحقیقی کارنامے'' کی اصل حقیقت اور خالق باری کو عہد جہانگیر کی تصنیف قرار دینے نیز اس منظومہ 'امیر خسرو کو مصنفۂ ضیاء الدین خسرو باور کرانے کی داستان جس میں ہمارے صف اول کے محقق حافظ محمود شیرانی کے دست ودامن داغدار نظر آتے ہیں۔

ہم جو پڑھتے سنتے آئے ہیں کہ تحقیق میں کوئی حرف آخر نہیں ہوتا۔ اب کھلا کہ یہ قول بھی حرف آخر نہیں۔ تحقیق میں بھی حرف آخر ہوتا ہے اور جو ہوتا ہے اسے صداقت کہا جاتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ ممتاز حسین کو ادبی دنیا بحیثیت محقق حافظ محمود شیرانی کا ہم پایہ تسلیم نہیں کرتی، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ خالق باری کے بارے میں ان کی تحقیق محمود شیرانی کی تحقیق کے مقابلے میں یقینی طور پر زیادہ معتبر اور قابل قدر ہے۔

○○

دہلی کے ممتاز صحافی

اس کتاب کی اشاعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہمارے وہ باکمال صحافی جنھوں نے اپنی فکر ودانش سے ملک کے نظام کی سمت و رفتار متعین کی اور ایسے زمانے میں اس فن سے وابستہ رہے جب کہ یہ صرف گھاٹے کا سودا تھا لیکن ان سرکردہ صحافیوں نے اپنے اصولوں سے کبھی بے وفائی نہیں کی۔

ان اکابرین کی سوانح اور کارناموں کو منظرِ عام پر لانے کے لیے یہ کتاب ایک دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ اکادمی کی کوشش ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی سے ہماری نوجوان نسل واقف ہو سکے نیز ان کے اصول وضوابط، ان کی میانہ روی سے سبق حاصل کر سکے۔

مصنف: سہیل انجم   صفحات: ۲۳۶، قیمت: ۱۵۰ روپے

ناشر: اردو اکادمی، دہلی